امام حسن علیہ السلام کی چالیس منتخب احادیث

جلوۂ نور

امام حسن علیہ السلام کی چالیس منتخب احادیث

پیش کش:

مرکز علم و عمل کراچی

پوسٹ بکس: 2157 ناظم آباد۔ کراچی

کتاب: جلوہ نور ''حسن''

تالیف وتوضیح: حیدر عباس عابدی

تصحیح: سجاد حسین مہدوی

کمپوزنگ: حسین نقوی

ٹائٹل: سید اکبر رضا رضوی

ناشر: مرکز علم وعمل کراچی

ملنے کا پتہ: E-31 رضویہ سوسائٹی ناظم آباد۔ کراچی

فون: 6622656

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے مقصد تخلیق سے ہم آہنگ رہے، برائی سے دور اور اچھائی سے منسلک رہے اور دنیا سے چلے جانے کے بعد انسان کی نیک نامی اور پاکیزہ سیرت باقی رہ جائے۔

ایسی کامیاب زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی سیرت و کردار پر عمل کیا جائے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی نیک نامی اور پاکیزہ سیرت گمراہ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو پاک و پاکیزہ ہستیوں کی پیروی کا دم بھی بھرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کے اعمال ان شخصیات سے ہم آہنگ نظر نہیں آتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنی عملی محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان عظیم کرداروں کو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے یہ مختصر لیکن اہم سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس کی پہلی کڑی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سیرت طیبہ سے چالیس حدیثوں کا مجموعہ تھا جسے کافی سراہا اور بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ اس پذیرائی نے ہمیں مزید ہمت دی کہ ہم دوسرے معصومین علیہم السلام پر بھی اسی طرح کا کام کر سکیں۔ اور آج ہم اپنے پروردگار کے انتہائی مشکور ہیں کہ اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت کی مناسبت سے جلوۂ نور کی دوسری کڑی "حسن" تکمیل کے مراحل طے کر کے طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے۔ مرکز علم و عمل کے شعبۂ تربیت نے کوشش کی ہے کہ ان احادیث کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے عربی عبارت اور رواں ترجمے سے پہلے ایک مقدمہ بھی بیان کیا جائے تاکہ ان کی اہمیت واضح ہو سکے۔

انشاء اللہ خداوند متعال کی توفیقات ہمارے شامل حال رہیں تو اس سلسلے کی چودہ کڑیاں ایک ایک کر کے مکمل کریں گے۔ آپ اس میں کوئی کمی بیشی محسوس کریں یا کوئی تجویز ہو یا اس سلسلے میں کوئی مثبت تعاون کرنا چاہیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔

والسلام

شعبۂ تربیت، مرکز علم و عمل، کراچی

حضرت امام حسن علیہ السلام

آپؑ کا اسم مبارک حسن، کنیت ابو محمد اور مشہور لقب مجتبیٰ ہے۔ تاریخ ولادت ۱۵ رمضان ۳ھ اور تاریخ شہادت ۲۸ صفر ۵۰ھ ہے۔ مدت حیات ۴۶ سال ۵ ماہ اور مدت امامت ساڑھے دس سال ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت علی بن ابیطالب اور والدۂ گرامی جناب فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ رسول اللہ کی اولاد نرینہ کے انتقال کی وجہ سے دشمن آپؐ کو نسل بریدہ ہونے کا طعنہ دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطائے کوثر کی بشارت دی اور امام حسنؑ اس کی پہلی عملی تعبیر ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کی ذات ہمیشہ حضورؐ کی شفقت و محبت کا مرکز رہی۔ حضورؐ آپؑ کے دہن مبارک میں اپنی زبان دیتے، اپنے پہلو میں بٹھاتے، اپنے سینے پر سلاتے اور اپنے کاندھے پر سوار کرتے۔ ایک مرتبہ ایسے ہی کسی موقع پر کسی نے کہا کہ کیسی اچھی سواری ہے! تو آپؐ نے فرمایا: "یہ بھی تو دیکھو کہ کیسا اچھا سوار ہے۔"

مباہلہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو "ابناءنا" کی تفسیر بنا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے حالانکہ اس وقت آنحضرتؐ کے حقیقی فرزند حضرت ابراہیمؑ زندہ تھے۔ جناب ختمی مرتبت نے متعدد مواقع پر امام حسنؑ کو اپنا فرزند کہا اور اپنی ہیبت اور سیادت کا وارث قرار دیا۔ آپؑ کے اور امامؑ

حسینؑ کے متعلق فرمایا کہ میرے یہ دونوں فرزند امام ہیں، خواہ صلح کریں یا جنگ۔

جناب حذیفہ یمانیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ جناب رسالتمآبؐ کا امام حسن علیہ السلام کو جنت کے جوانوں کا سردار قرار دینا بجائے خود آپ کی عصمت اور طہارت پر دلیل ہے۔ جو لوگ امام حسنؑ کے سیرت و کردار پر تنقید کرتے ہیں یا آپؑ کے متعلق کثرت ازواج کے افسانے تراشتے ہیں وہ دراصل امام حسنؑ پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ قولِ پیغمبرؐ کی صداقت میں شک کرتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام کی پوری زندگی اللہ کے لئے جان و مال سے جہاد کرتے گذری۔ آپؑ کے چشمۂ فیض سے دوست دشمن سب ہی فیضیاب ہوتے۔ آپؑ کے دسترخوان نعمت پر اپنے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہ ہوتی یہاں تک کہ وہ لوگ جو آپ کے پدر بزرگوار جناب علیؑ اور خود آپ کی شان میں گستاخی کرتے تھے وہ بھی آپؑ کی سخاوت اور عطا سے محروم نہ رہتے۔ کسی نے کہا "آپ خود تو فاقہ کرتے ہیں مگر کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے۔"

آپؑ نے فرمایا: "میں خدا کی بارگاہ کا سائل ہوں مجھے حیا آتی ہے کہ خود سائل ہو کر کسی کے سوال کو رد کروں۔"

آپؑ نے زندگی میں ۲۵ حج پا پیادہ کیے۔ آپؑ کا فرمانا تھا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے معبود کے گھر سواری پر جاؤں۔

آپؑ کی زندگی کے ابتدائی سات سال رسول اکرمؐ کے سایۂ رحمت میں گزرے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضورؐ کی ذات عقیدت و احترام کا ایسا مرکز تھی جس

کے گرد اقتدار و حکومت کے دائرے پھیلتے جا رہے تھے۔ ۱۱ھ میں رسالتمآبؐ کے انتقال کے بعد اہلبیت رسالت کے لئے ابتلاء و آزمائش کا ایک طویل و اندوہناک دور شروع ہوا۔ امام حسنؑ نے اس دور میں صبر و تحمل اور اعتماد و توکل کے ساتھ اپنے والد حضرت علی علیہ السلام کی سرپرستی میں خدمت دین و حفظ شریعت کا فریضہ انجام دیا۔ سنہ ۳۶ ھ میں حضرت علیؑ خلافتِ ظاہری پر فائز ہوئے تو امام حسن علیہ السلام نے امور حکومت میں اپنے والد کا ہاتھ بٹایا۔ جمل اور صفین کے خوں ریز معرکوں میں بھی آپؑ سرگرمِ عمل رہے۔

سنہ ۴۱ ھ میں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کارِ ہدایت و حکومت براہ راست آپؑ سے متعلق ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب ایک زیرِ تشکیل معاشرہ داخلی تضاد اور قتل و غارتگری کے گرداب میں پھنس چکا تھا۔ اسلام دشمن قوتیں خود اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دین کی بیخ کنی میں مصروف تھیں۔ ملت کے داخلی انتشار کا سدباب کرنے کے لئے اتمامِ حجت کے طور پر آپؑ نے امیر شام سے صلح فرمائی۔ اس سے قبل آپؑ کے نانا حضرت رسولِ خداؐ نے بھی حدیبیہ میں صلح فرما کر اسلام کے لئے فتح مبین کی راہ ہموار کی تھی۔ امام حسن علیہ السلام کی صلح نے اس حقیقت کو پوری طرح اجاگر کر دیا کہ آل محمدؐ کے نزدیک دین کا مفاد دنیاوی حکومت سے زیادہ اہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے صلح نامے کی شرائط کے ذریعہ آپ نے مسلم حکومت کے لئے قرآن و سنت کو بنیادی شرط کے طور پر تسلیم کرا کے قیامت تک کے لئے ایک اصول تحریر فرما دیا۔

صلح کے باوجود مدینہ منورہ میں آپؑ کا وجود مبارک امیر شام کے لئے

ایک مستقل خطرہ تھا لہٰذا اس نے کئی بار آپؑ کو قتل کرنے کی سازش کی اور بالآخر جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو گیا اور ۲۸ صفر ۵۰ھ کو آپؑ زہر سے شہید ہو گئے۔

شہادت کے بعد جب روضۂ رسولؐ میں آپؑ کے جنازے کو تدفین کے لئے لے جایا جانے لگا تو امیر شام کے آدمیوں نے مخالفت کی اور جنازے پر تیر برسا دیے۔ یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ امام حسن علیہ السلام کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

قوموں کی ترقی کا راز

اختلاف اور انتشار قوموں کو تباہ کر دیتا ہے اور صرف وہی قومیں ترقی حاصل کر پاتی ہیں جو نہ صرف یہ کہ متحد ہوں بلکہ ایک دوسرے پر اعتماد بھی کریں اور اس اعتماد کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے سے مشورہ کریں۔ یہی قوموں کی ترقی کا راز ہے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۔

مَا تَشَاوَرَ قَوْمٌ اِلَّا هُدُوْا اِلٰی رُشْدِهِمْ

جو قوم آپس میں مشورہ کرے گی وہ کمال کی طرف ہدایت پائے گی۔

شکر

اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ ایک نیکی کرے لیکن وہ اس کا شکریہ ادا نہ کرے تو دنیا اسے احسان فراموش کہتی ہے اور اس کو ملامت کرتی ہے۔ ایسے انسان کو پست فطرت انسان کا کہا جاتا ہے۔

اب ذرا سوچئے کتنا پست فطرت ہوگا وہ انسان جو اس ذات کا شکریہ ادا نہ کرے جس نے اسے ہمیشہ اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اسی لئے امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۔

اَللُّؤْمُ اَنْ لَاتَشْکُرَ النِّعْمَةَ

نعمت کا شکر ادا نہ کرنا پستی ہے۔

دوستی

دوست کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دوستوں کی عادتیں اور خصلتیں بہت تیزی سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتی ہیں۔ اسی لئے یہ کہا گیا کہ اگر کسی کو پہچاننا ہے تو دیکھو کہ اس کے دوست کیسے ہیں۔ یعنی اگر دوست اچھے ہوں گے تو وہ خود بھی اچھا ہوگا اور اگر دوست برے ہوں گے تو ان کی برائی اس میں بھی پیدا ہو جائے گی۔ دوستی کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ انسان سوچ سمجھ کر کسی کو دوست بنائے۔ اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۔

قَالَ الْحَسَنُ علیہ السلام لِبَعْضِ وُلْدِهِ: يَابُنَيَّ! لَاتُوَاخِ اَحَداً حَتَّى تَعْرِفَ مَوَارِدَهُ وَ مَصَادِرَهُ فَاِذَا اسْتَنْبَطْتَ الْخُبْرَةَ وَ رَضِيْتَ الْعِشْرَةَ فَآخِهِ عَلَى اِقَالَةِ الْعَثْرَةِ وَ الْمُوَاسَاةِ فِى الْعُسْرَةِ.

امام حسن علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹا! کسی سے برادری کا رشتہ اس وقت تک استوار نہ کرو جب تک یہ نہ جان لو کہ وہ کہاں جاتا ہے؟ کہاں سے آتا ہے؟ پس جب تم اس کے حال سے اچھی طرح باخبر ہو جاؤ اور اس کی معاشرت سے راضی ہو جاؤ تو اس کے ساتھ برادری کا رشتہ استوار کرو بشرطیکہ اس کی بنیاد غلطیوں کو نظر انداز کرنے اور سختی کے موقع پر ساتھ نبھانے پر ہو۔

محنت میں عظمت

ہر انسان اپنا رزق یا دیگر ضروریاتِ زندگی تین طرح سے حاصل کر سکتا ہے:

۱۔ کسی پر دھونس جما کر۔

۲۔ بھیک مانگ کر۔

۳۔ اپنی محنت اور کوشش کے ذریعے۔

دھونس جمانے یا بھیک مانگنے سے انسان کی شخصیت خاک میں مل جاتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ صرف اور صرف محنت ہی وہ گوہرِ نایاب ہے جو انسان کو عظمت عطا

کرتی ہے۔اس لئے امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۴.

لَاتُجَاهِدِ الطَّلَبَ جِهَادَ الْغَالِبِ وَ

لَاتَتَّكِلْ عَلَى الْقَدَرِ اِتِّكَالَ الْمُسْتَسْلِمِ.

کسی فاتح کی طرح (ہر چیز کی) طلب نہ کرو اور نہ تسلیم شدہ (شکست خوردہ) انسان کی طرح صرف تقدیر پر اعتماد کرو۔ (بلکہ جہد مسلسل اور اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے کام کرتے رہو)

محبت

انسانی زندگی میں محبت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر خونی رشتوں کے درمیان سے یہ ختم ہو جائے تو اپنے، پرائے بن جاتے ہیں۔ اور اگر غیروں کے درمیان قائم ہو جائے تو وہ اپنے بن جاتے ہیں۔ لہذا انسانوں کے درمیان حقیقی رشتہ محبت کا رشتہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۵.

اَلْقَرِيْبُ مَنْ قَرَّبَتْهُ الْمَوَدَّةُ وَ اِنْ بَعُدَ نَسَبُهُ.

وَالْبَعِيْدُ مَنْ بَاعَدَتْهُ الْمَوَدَّةُ وَ اِنْ قَرُبَ نَسَبُهُ.

قرابتدار وہ ہے جسے محبت نزدیک کردے اگرچہ رشتہ داری دور کی ہو۔ اور اجنبی وہ ہے جو دوستی کے لحاظ سے دور ہو اگرچہ نزدیکی رشتہ دار ہو۔

مسجد میں جانے کے فوائد

قیامت کے دن خدا سے شکایت کرنے والوں میں سے ایک مسجد بھی ہوگی کہ لوگ نزدیک رہنے کے باوجود اس میں نماز پڑھنے نہیں جاتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم مسجد سے حاصل ہونے والے انفرادی اور اجتماعی فوائد سے آگاہ نہیں۔ امام علیہ السلام مسجد میں جانے کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حدیث ۹

مَنْ اَدَامَ الْاِخْتِلَافَ اِلَى الْمَسْجِدِ اَصَابَ اِحْدٰى ثَمَانٍ: آيَةً مُحْكَمَةً وَ اَخاً مُسْتَفَاداً وَ عِلْماً مُسْتَطْرَفاً وَ رَحْمَةً مُنْتَظَرَةً وَ كَلِمَةً تَدُلُّهُ عَلَى الْهُدٰى اَوْ تَرُدُّهُ عَنْ رَدًى وَ تَرْكَ الذُّنُوْبِ حَيَاءً اَوْ خَشْيَةً.

جو شخص مسلسل مسجد میں آتا جاتا رہے اسے آٹھ میں سے ایک فائدہ ضرور ملے گا:

۱۔ مضبوط نشانی (آیاتِ الٰہی کو سمجھنا)   ۲۔ مفید دوستی

۳۔ نیا علم   ۴۔ آتی ہوئی رحمت

۵۔ ہدایت دینے والی کوئی بات

۶۔ ایسی بات جو اسے پستی سے نجات دلائے

۷۔ خدا سے شرم کی وجہ سے گناہوں سے پرہیز

۸۔ خوفِ خدا کی وجہ سے گناہوں سے دوری

آنکھ، کان اور دل

خداوند متعال نے انسان کو جسم اور اس کے اعضاء اس لئے عطا کئے کہ وہ حقیقت کا ادراک کر سکے۔ آنکھ دنیا میں خدا کی نشانیاں دیکھ کر نیک راہ پر چلے۔ کان وہ سنے جو اسے اس راستے پر چلنے میں مدد دے اور اس کا دل شکوک و شبہات سے پاک اور یقین و اطمینان سے مزین ہو۔ اسی وجہ سے امامؑ آنکھ، کان اور دل کے بارے میں فرماتے ہیں:

حدیث ۷۔

إِنَّ أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ مَذْهَبُهُ، وَ أَسْمَعُ الْإِسْتِمَاعِ مَا وَعَى التَّذْكِيرَ وَ انْتَفَعَ بِهِ،

اَسْلَمُ الْقُلُوْبِ مَا طَهُرَ مِنَ الشُّبُهَاتِ.

سب سے اچھی بینائی اس آنکھ کی ہے جو نیکی کی راہ پر لگی رہے اور بہترین سماعت اس کان کی ہے جو نصیحت کو سنے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور پاک ترین دل وہ ہے جو شبہات سے بھی پاک رہے۔

اظہار محبت

اخوت اور برادری صرف دل میں ہونا کافی نہیں بلکہ اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔میل ملاپ رکھنا، تحفے تحائف دینا، صمیمِ قلب سے مصافحہ کرنا اور بوسہ لینا وغیرہ اس اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ امام علیہ السلام اس کی اہمیت کے پیشِ نظر فرماتے ہیں:

حدیث ۸.

اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْيُقَبِّلْ مَوْضِعَ النُّوْرِ مِنْ جَبْهَتِهٖ.

تم میں سے جو شخص اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرے تو اس کی پیشانی کے نورانی مقام (یعنی جائے سجدہ) پر بوسہ دے۔

ہلاکت

ہر انسان چاہتا ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں، اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، اس کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے اور برائی سے دور رکھا جائے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۹.

هَلَاکُ النَّاسِ فِیْ ثَلَاثٍ: اَلْکِبَرُ، اَلْحِرْصُ، اَلْحَسَدُ. اَلْکِبَرُ بِهِ هَلَاکُ الدِّیْنِ وَ بِهِ لُعِنَ اِبْلِیْسُ. اَلْحِرْصُ عَدُوُّ النَّفْسِ وَ بِهِ اُخْرِجَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ. اَلْحَسَدُ رَائِدُ السُّوْءِ وَ بِهِ قَتَلَ قَابِیْلُ هَابِیْلَ.

لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے، تکبر لالچ اور حسد۔

تکبر کے ذریعہ دین تباہ ہو جاتا ہے اور ابلیس اسی کے سبب ملعون قرار پایا۔

لالچ انسان کی جانی دشمن ہے اور اسی کی وجہ سے جناب آدم کو جنت سے نکالا گیا۔

حسد برائی کی بنیاد ہے اور یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے

قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔

نیکی کی بنیاد

خدا کی عبادت اور تقویٰ کی بنیاد غور و فکر ہے کہ انسان اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا واقعا عبادت کے لائق ہے اور وہی ہمارا پروردگار ہے۔ ایسی عبادت اور تقویٰ دائمی ہے لیکن اگر صرف اور صرف خوف کی وجہ سے تقویٰ اختیار کیا جائے تو اس کا اثر زیادہ عرصہ نہیں رہتا۔ اس بارے میں امام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۰۔

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ اِدَامَۃِ التَّفَکُّرِ فَاِنَّ التَّفَکُّرَ اَبُوْ کُلِّ خَیْرٍ وَ اُمُّہٗ.

میں تمھیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور تفکر جاری رکھنے کی سفارش کرتا ہوں۔ کیونکہ تفکر ہر نیکی کی ماں اور باپ ہے۔

احتیاط

دین اسلام صرف ایک روحانی دین نہیں ہے بلکہ اس میں ایسے تمام احکام شامل ہیں جن کا تعلق انسان کی جسمانی و روحانی اور دینی و

دنیوی سعادت سے ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو اسلامی احکام ظاہری طور پر صرف جسمانی اثر رکھتے ہیں وہ روحانی اثرات بھی مرتب کرتے ہیں۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۱.

غَسْلُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ يَنْفِي الْهَمَّ.

کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا فقر کو دور کرتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا غم واندوہ کو دور کرتا ہے۔

غفلت مصیبت عظمیٰ ہے کہ کچھ لوگ اپنے اچھے اور برے کو نہیں سمجھتے اس لئے صحیح راستے پر چل نہیں پاتے۔ یقین کی منزل پر نہیں پہنچ پاتے کہ حقیقت کا ادراک کر سکیں۔ اس عمل کی جگہ (یعنی دنیا میں) یقین حاصل نہیں کر پاتا اور جب وہاں یقین حاصل ہوگا تو عمل کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس دنیا کو حقیقت کی آنکھ سے نظر کرے تاکہ اسے یہیں یقین بھی حاصل ہو سکے۔

حدیث ۱۲۔

اَلنَّاسُ فِیْ دَارِ سَھْوٍ وَ غَفْلَۃٍ یَعْمَلُوْنَ وَ لَایَعْلَمُوْنَ فَاِذَا صَارُوْا اِلیٰ دَارِ یَقِیْنٍ یَعْلَمُوْنَ وَ لَایَعْمَلُوْنَ.

اس دنیا میں لوگ بے خبری اور غفلت میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں کہ عمل کرتے ہیں لیکن جانتے نہیں۔ جب آخرت میں پہنچیں گے تو اس وقت یقین کی منزل پر ہوں گے لیکن اس وقت وہ جانتے ہوں گے لیکن عمل نہیں کر سکیں گے۔

اخلاق سے پیش آئیں

اکثر لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ لوگ بہت اچھی طرح پیش آئیں، لیکن ان کا رویہ دوسروں کے ساتھ اچھا نہیں ہوتا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں تو آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۳

صَاحِبِ النَّاسَ بِمِثْلِ مَاتُحِبُّ اَنْ یُصَاحِبُوْکَ.

لوگوں کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جس طرح چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ پیش آئیں۔

ادب، جواں مردی، حیاء

ادب دوسروں کی نظر میں انسان کا احترام بڑھاتا ہے۔ جوان مردی باعزت اور آزاد زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے اور حیاء عفت کو محفوظ رکھتی ہے۔ پس یہ تینوں چیزیں انسانی زندگی کے لیے ضروری ہیں لیکن ان تین چیزوں کی تین بنیادیں ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۴۔

لَا اَدَبَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهُ، وَ لَا مُرُوَّةَ لِمَنْ لَا هِمَّةَ لَهُ، وَ لَا حَيَاءَ لِمَنْ لَا دِيْنَ لَهُ.

جس میں عقل نہیں اس میں ادب نہیں، جس میں ہمت نہیں اس میں جوان مردی نہیں اور جس میں حیا نہیں اس میں دین نہیں۔

حصول علم اور تعلیم

انسان چاہے عمر کے کسی بھی حصہ میں پہنچ جائے لیکن علم کی ترویج میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا رہے اور علم و شعور کی روشنی پھیلتی رہے۔ اس مقصد کے لئے امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۵۔

عَلِّمِ النَّاسَ عِلْمَکَ وَ تَعَلَّمْ عِلْمَ غَيْرِکَ.

اپنا علم دوسروں کو سکھاؤ اور دوسروں کا علم حاصل کرو۔

نسخۂ کیمیا

انسان چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ غربت اور تنہائی سے محفوظ رہے اور دنیا کی لذتیں حاصل کرتا رہے۔ ان تمام خواہشات کے حصول کے لئے وہ دن رات ایک کر دیتا ہے اور حلال و حرام کا خیال رکھے بغیر مال و دولت کے حصول میں مشغول ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ بے نیازی کی حقیقت کیا ہے؟ حقیقی غربت کسے کہتے ہیں؟ تنہائی کیا ہوتی ہے؟ اور زندگی کی بہترین لذتیں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں؟ ان کے بارے میں امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۶۔

لَا غِنَىٰ أَكْبَرُ مِنَ الْعَقْلِ وَ لَا فَقْرَ مِثْلُ الْجَهْلِ وَ لَا وَحْشَةَ أَشَدُّ مِنَ الْعُجْبِ، وَ لَا عَيْشَ أَلَذُّ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ.

عقل سے بڑھ کر کوئی بے نیازی نہیں۔ جہالت جیسی کوئی غربت نہیں۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی تنہائی نہیں اور خوش اخلاقی سے بالاتر کوئی لذت نہیں۔

سلام

دین مبین اسلام میں سلام کرنا صرف ایک رسم نہیں ہے بلکہ محبت کا پیغام اور خلوص کا اظہار ہے۔ سلام دوسروں کے لئے سلامتی کی دُعا ہے اسی لئے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ١٧

مَنْ بَدَأَ بِالْكَلَامِ قَبْلَ السَّلَامِ فَلَا تُجِيبُوهُ.

جو سلام کرنے سے پہلے بات چیت شروع کردے اس کی بات کا جواب نہ دو۔

عظیم تر بزرگی

انسان نیکی کے جواب میں نیکی کرے اور مانگنے کے بعد عطا کرے یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال یہ ہے کہ بدی کے جواب میں نیکی کرے اور سوال سے پہلے ہی عطا کردے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۸.

اَلشُّرُوْعُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ الْاِعْطَاءُ قَبْلَ السُّؤَالِ مِنْ اَكْبَرِ السُّؤْدَدِ.

نیکی کی ابتداء کرنا اور مانگنے سے پہلے عطا کرنا عظیم ترین بزرگی ہے۔

علم کو محفوظ کرلو

انسان علم حاصل کرتا ہے۔ بہت سی باتیں سیکھتا ہے لیکن جلد ہی بھول جاتا ہے یا مرنے کے بعد اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا ہے۔ علم کو محفوظ کرنے اور دوسروں کو اس سے فیض یاب کرنے کے بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۱۹.

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ اِنْ لَمْ تَسْتَطِيْعُوْا حِفْظَهٗ فَاكْتُبُوْهُ وَ ضَعُوْهُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ.

علم حاصل کرو اور اگر تم اس کو حفظ نہیں کر سکتے تو اسے لکھ کر اپنے گھروں میں رکھ لو۔

قرب خدا

جو جتنا خدا سے قریب ہوتا ہے خدا بھی اتنا ہی اس سے نزدیک ہوتا ہے۔ جو جس قدر خدا کی خوشنودی کا خیال رکھتا ہے خدا بھی اسی طرح اس کے سوال کو سنتا ہے۔ اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۰۔

اَنَا الضَّامِنُ لِمَنْ لَمْ یَهْجِسْ فِیْ قَلْبِهٖ اِلَّا الرِّضَا اَنْ یَدْعُوَ اللّٰهَ فَیُسْتَجَابُ لَهٗ۔

جس کے دل میں خوشنودی خدا کے علاوہ کوئی چیز خطور نہ کرے، چنانچہ جب وہ اللہ کو پکارے گا تو میں اس کی دعا کی قبولیت کا ضامن ہوں۔

مطیع اور فرمانبردار

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو انسان کے لیے خلق کیا۔ ہر چیز اپنی جگہ بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف ہے۔ اگر یہ انسان اپنے خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہو جائے اور اس مقام پر پہنچے کہ اسے فنا فی اللہ کہا جائے تو خدا ہر چیز کا اختیار بھی اس انسان کو دے دیتا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۱.

مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ عَبَّدَ اللّٰهُ لَهُ كُلَّ شَيْءٍ.

جس نے اللہ کی عبادت اور اطاعت کی، اللہ ہر چیز کو اس کا مطیع و فرمانبردار بنا دیتا ہے۔

خدا کی عظمت اور جلالت

انسان اس دنیا کے معمولی سے حاکم اور فرماں روا کی عظمت کے سامنے لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اگر یہی انسان خدا کی عظمت اور جلالت کا صحیح تصور کر سکے تو یقیناً یہ تصور اس کے جسم و روح پر اثر انداز ہوگا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۲.

إِنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عليه السلام إِذَا تَوَضَّأَ ارْتَعَدَتْ مَفَاصِلُهُ وَ اصْفَرَّ لَوْنُهُ. فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ: حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مَنْ وَقَفَ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ الْعَرْشِ أَنْ يَصْفَرَّ لَوْنُهُ وَ تَرْتَعِدَ مَفَاصِلُهُ.

امام حسن علیہ السلام جب وضو کرنے لگتے تو آپ کے پیر لرزنے لگتے اور رنگ زرد پڑ جایا کرتا تھا۔ جب اس کے بارے میں

آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

جو شخص (معرفت کے ساتھ) مالکِ عرش کے سامنے جا رہا ہو اس کے پیر لرزنے اور رنگ زرد ہونا ہی چاہیے۔

محبوب سے ملاقات

ہر انسان چاہتا ہے کہ اپنے محبوب کے سامنے اچھی حالت میں جائے۔ ظاہری وضع قطع صحیح ہو اور اچھا لباس زیب تن کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب حقیقی کے سامنے پیش ہونے کے لئے ان ہی باتوں کی تاکید کی گئی ہے۔

حدیث ۲۳.

عن ابن خیثمة قال:

كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عليه السلام اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ لَبِسَ اَجْوَدَ ثِيَابِه..

ابن خیثمہ کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنا بہترین لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔

حج بیت اللہ

حج اور زیارت خانہ خدا دراصل اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات ہے۔ محبوب حقیقی سے عشق جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اس سفر میں آنے والی مشکلات اس کے لئے خوشگوار اور پرلطف ہوں گی۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام کے بارے میں امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۴۔

عَن الباقر علیہ السلام:

قَالَ الْحَسَنُ علیہ السلام : اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنْ رَبِّیْ اَنْ اَلْقَاهُ وَلَمْ اَمْشِ اِلٰی بَیْتِهٖ.

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ
امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں اس حالت میں پہنچوں کہ میں نے اس کے گھر کی زیارت کے لئے پیدل سفر نہ کیا ہو۔

دروازہ مسجد پر دعا

مسجد کی جانب قدم بڑھاتے ہی انسان کی عبادت کا سلسلہ

شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کی نظر رحمت اس کے شامل حال ہونے لگتی ہے۔ جب ایسا ہو تو یہ بہترین وقت ہے کہ اپنے پروردگار سے کچھ مانگا جائے۔ امامؑ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۵.

قال ابن شهر آشوب: كَانَ الْحَسَنُ عليه السلام إِذَا بَلَغَ بَابَ الْمَسْجِدِ رَفَعَ رَأْسَهُ وَ يَقُوْلُ:
إِلٰهِيْ ضَيْفُكَ بِبَابِكَ، يَا مُحْسِنُ قَدْ أَتَاكَ الْمُسِيْئُ، فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِيْحِ مَا عِنْدِيْ بِجَمِيْلِ مَا عِنْدَكَ يَا كَرِيْمُ.

ابن شہر آشوب روایت کرتے ہیں کہ امام حسن (علیہ السلام) جب مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سر بلند کر کے یہ دعا کیا کرتے تھے:

اے خدا! تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے! ایک گناہ گار تیری بارگاہ میں آیا ہے، اپنی خوبیوں کے سبب میری برائیوں سے درگزر فرما۔ اے صاحب کرم!

لوگوں کا خیال رکھنا

ہر انسان زندگی کے کسی موڑ پر ایسے حالات میں گھر سکتا ہے کہ اسے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پڑے۔ ایسے موقع پر اگر سائل کی ضرورت تو پوری کردی جائے لیکن ساتھ ہی اسے ذلیل کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی خوشی کافور ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ ذلت کی تلخی حاجت کی تلخی سے کہیں زیادہ اذیت ناک ثابت ہو۔ امام حسن علیہ السلام کے پاس بھی لوگ اپنی ضروریات لے کر آتے تھے۔ ایسے موقع پر امام علیہ السلام کیا کرتے تھے؟

حدیث ۲۶.

مَا رُوِیَ اَنَّ رَجُلاً دَفَعَ اِلَیْهِ رُقْعَةً فِیْ حَاجَةٍ (اِلَّا) فَقَالَ لَهُ:

حَاجَتُکَ مَقْضِیَّةٌ، فَقِیْلَ لَهُ: یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! لَوْ نَظَرْتَ فِیْ رُقْعَتِهٖ ثُمَّ رَدَدْتَ الْجَوَابَ عَلٰی قَدْرِ ذٰلِکَ. فَقَالَ: اَخْشٰی اَنْ یَسْاَلَنِیَ اللّٰهُ عَنْ ذُلِّ مُقَامِهٖ بَیْنَ یَدَیَّ حَتّٰی اَقْرَءَ رُقْعَتَهُ.

آپ علیہ السلام کے بارے میں کبھی روایت نہیں کی گئی کہ کسی نے

آپ کو اپنی کسی ضرورت کے بارے میں کوئی رقعہ دیا ہو اور آپؑ نے سوائے اس کے کچھ کہا ہو کہ تمہاری ضرورت پوری ہوئی۔

کسی نے عرض کیا: فرزندِ رسول! پہلے رقعہ دیکھ لیتے اور پھر اس کے لحاظ سے جواب دیتے تو بہتر تھا۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ رقعہ دیکھنے میں جو وقت لگے گا اور اس دوران اسے میرے سامنے جو خفت ہوگی، اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں سوال نہ کرے۔

ہر جاندار کا خیال

اس کسمپرسی اور نفسا نفسی کے دور میں انسان اپنی چیزوں یہاں تک کہ اپنے رزق میں بھی اپنے ہم نوع انسانوں کو شریک نہیں کرتا لیکن سیرتِ امام علیہ السلام یہ ہے کہ:

حدیث ۲۷۔

عن نجیح قال: رَاَیۡتُ الۡحَسَنَ بۡنَ عَلِيٍّ علیہ السلام یَاۡکُلُ وَ بَیۡنَ یَدَیۡهِ کَلۡبٌ، کُلَّمَا اَکَلَ لُقۡمَةً طَرَحَ لِلۡکَلۡبِ مِثۡلَهَا، فَقُلۡتُ لَهٗ: یَابۡنَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اَلَا اَرۡجُمُ

هٰذَا الْكَلْبَ عَنْ طَعَامِكَ؟

قَالَ: دَعْهُ. اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ یَكُوْنَ ذُوْ رُوْحٍ یَنْظُرُ فِیْ وَجْهِیْ وَ اَنَا اٰكُلُ ثُمَّ لَا اُطْعِمُهٗ.

نجیح کہتا ہے: میں نے امام حسن علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے اور وہیں پر ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ جب بھی آپ لقمہ لیتے تو ایک لقمہ کتے کے آگے بھی ڈال دیتے۔ میں نے یہ دیکھا تو عرض کیا:

اے فرزند رسول! کیا میں اس کتے کو دور کردوں (تاکہ آپ اطمینان سے کھانا تناول فرمالیں؟)

اسے چھوڑ دو! مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ ایک جاندار میری جانب دیکھ رہا ہو اور میں تنہا کھانا کھاتا رہوں اور اسے نہ دوں۔

مسجد کی اہمیت

مسجد اللہ کا گھر ہے اور مسجد جانے والا دراصل اللہ کا مہمان اور زائر ہوتا ہے۔ زائر کے حق میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۲۸

كَانَ الْحَسَنُ عليه السلام يَقُوْلُ: اَهْلُ الْمَسْجِدِ زُوَّارُ اللهِ وَ حَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ اَلتُّحْفَةُ لِزَائِرِهِ.

امام حسن علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

اہل مسجد اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ پر حق ہے کہ وہ اپنے زائر کو تحفہ عطا کرے۔

نیکی کیا ہے؟

کسی دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا اچھی بات ہے لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیکی کرنے والا اپنی نیکی کو ضائع کر دیتا ہے۔ مال خرچ کرتا ہے، زحمت برداشت کرتا ہے لیکن نیکی کے عنوان سے نہیں بلکہ مجبور ہو کر انجام دے رہا ہوتا ہے یا کسی مقصد کے حصول کی خاطر نیکی کرتا ہے اور بعد میں احسان جتا کر اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح شاید اسے اپنا مقصد تو حاصل ہو جائے لیکن نیکی کا عظیم اجر و ثواب ضائع اور یہ کام بھی نیکی کے دائرے سے خارج ہو جائے۔ اس لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

حدیث ۲۹۔

اَلْمَعْرُوْفُ مَا لَمْ يَتَقَدَّمْهُ مَطْلٌ وَ لَا يَتْبَعْهُ مَنٌّ.

نیکی یہ ہے کہ اس سے پہلے ٹال مٹول نہ ہو اور اس کے بعد احسان نہ جتایا جائے۔

انسان اگر مالی طور پر فقر اور غربت کا شکار ہو تو اسے کافی مشکلات درپیش ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو اس کی زندگی بھی اجیرن ہو جاتی ہے۔ لیکن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہر فقر سے بڑھ کر ایک اور غربت کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

حدیث ۳۰۔

لَا فَقْرَ مِثْلُ جَهْلٍ،

جہالت جیسی کوئی غربت نہیں۔

عام طور پر ہمارے معاشرے میں چالاکی کا معیار یہ ہے کہ اپنے چھوٹے چھوٹے دنیاوی کاموں کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کر لیا جائے

اگر چہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور نادانی (بیوقوفی) یہ ہے کہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھالیں۔ لیکن حقیقت میں نادانی کیا ہے؟ امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حدیث ۳۱.

اَلسَّفَهُ اِتِّبَاعُ الدُّنَاةِ وَ مُصَاحَبَةُ الْغُوَاةِ.

نادانی یہ ہے کہ پست لوگوں کی پیروی اور گمراہ لوگوں کی ہم نشینی اختیار کی جائے۔

عقل مندی کیا ہے؟

جب کہ عقل مندی اور چالاکی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

حدیث ۳۲.

رَأْسُ الْعَقْلِ مُعَاشَرَةُ النَّاسِ بِالْجَمِيلِ.

ترجمہ: لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہی عقل کی بنیاد ہے۔

غرور اور تکبر ایک رکاوٹ

اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگوں کو اپنی ہی بھلائی کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کتنا ہی سمجھایا جائے، نصیحت کی جائے، لیکن وہ صحیح راستہ اختیار نہیں کرتے۔ اچھی بات پر کان نہ دھرنے کی ایک وجہ

بیان کرتے ہوئے امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۳.

بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابُ الْغِرَّةِ.

تمہارے اور نصیحت کے درمیان جو چیز حائل ہے، وہ غرور اور تکبر ہے۔

قناعت

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ خود کفیل ہو اور خود انحصاری پیدا کرے لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ قناعت جیسی عظیم دولت حاصل نہ کرلے اور اسے لالچ اور ہوس جیسی ذلت سے چھٹکارا نہ مل جائے۔

حدیث ۳۴.

خَيْرُ الْغِنَى الْقُنُوعُ وَ شَرُّ الْفَقْرِ الْخُضُوعُ.

قناعت بہترین بے نیازی اور انکساری بدترین غربت ہے۔

سزا میں جلدی نہ کرو

سزا دینے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی غلطی پر نادم ہو جائے اور وہی غلطی دہرانے سے پرہیز کرے۔ اگر سزا دینے سے

پہلے ہی یہ مقصد حاصل ہو جائے تو کیا کہنے۔ اسی طرح واپسی کا کوئی نہ کوئی راستہ کھلا رکھنا چاہئے تا کہ صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آنا چاہے تو وہ واپس آ سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دروازہ بند دیکھ کر اس کی گمراہی کا سلسلہ جاری رہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۴

لَاتُعَاجِلِ الذَّنْبَ بِالْعُقُوبَةِ وَ اجْعَلْ بَيْنَهُمَا لِلْاِعْتِذَارِ طَرِيْقاً.

کسی غلطی پر سزا دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ ان کے درمیان معذرت کا راستہ باقی رکھو۔

[illegible]

حسد اگرچہ ایک بہت بڑا جرم ہے لیکن حاسد، محسود (جس سے حسد کیا جائے) سے زیادہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ حسد اسے اندرونی طور پر کھوکھلا کر دیتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اس کی خوبیوں کو زائل اور اس کی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس لئے امام علیہ السلام نے حاسد کو ظالم کے ساتھ ساتھ مظلوم بھی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

حدیث ۳۵.

مَارَأَیْتُ ظَالِماً اَشْبَهَ بِمَظْلُوْمٍ مِنْ حَاسِدٍ.

میں نے کوئی ظالم ایسا نہیں دیکھا جو مظلومیت میں حاسد جیسا ہو۔

رزق

آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اس میں بہت تیزی سے معاشرتی اقدار تبدیل ہو رہے ہیں۔ معیار بدل رہے ہیں۔ ان ہی تبدیلیوں میں ایک تبدیلی یہ ہے کہ یہ سمجھا جانے لگا کہ اگر انسان شرافت اور پاک دامنی کا مظاہرہ کرے گا تو اسے کچھ حاصل ہونے والا نہیں اس لئے ضروری ہے کہ مال کے حصول کی کوشش کی جائے چاہے جس طرح سے بھی ممکن ہو۔ اس بارے میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۶.

لَیْسَتِ الْعِفَّةُ بِدَافِعَةٍ رِزْقاً وَ لَا الْحِرْصُ بِجَالِبٍ فَضْلاً.

پاکدامنی سے رزق دور نہیں ہوتا اور نہ ہی حرص سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

عقل کی پہچان

ہر انسان بظاہر بہت اچھا، نیک اور عاقل نظر آتا ہے لیکن جب انسان غصے میں آتا ہے تو اس کی اصل حقیقت اور شخصیت سامنے آتی ہے۔ اگر وہ غصے میں حد سے تجاوز کر جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قوتِ غضب قوتِ عقل پر حاکم ہے۔ یہ شخصیت کی ایک بہت بڑی خامی ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۷.

لَا يُعْرَفُ الرَّأْيُ اِلَّا عِنْدَ الْغَضَبِ.

عقل کی پہچان غصہ کے وقت ہی ہوتی ہے۔

مستحبات یا واجبات؟

ہر کام کا ایک خاص وقت اور موقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں مختلف کاموں کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے درجہ بندی کرتے ہیں اور زیادہ ضروری کاموں کو پہلے انجام دیتے ہیں۔ دینی معاملات میں بھی یہی ہونا چاہیے کہ مستحب کام پر واجب امور کو

ترجیح دینی چاہیے۔ اور اگر ضروری ہو تو مستحب کو ترک کر دینا چاہیے۔
بعض اوقات لوگ اتنے مستحبات انجام دیتے ہیں کہ یا تو واجبات بالکل ہی چھوٹ جاتے ہیں یا ان کی ادائیگی کا لطف ختم ہو جاتا ہے۔
چنانچہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۸.

إِذَا اَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرِيْضَةِ فَارْفُضُوْهَا.

جب مستحبات فرائض میں خلل ڈالیں تو انہیں چھوڑ دو۔

بیوقوف کون؟

انسان بہت محنت اور مشقت سے رزق کماتا ہے۔ اس محنت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے صحیح طرح سے خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی انتہائی مشقت کے بعد مال حاصل کرے اور اپنی فضول خرچی میں اسے اڑا دے تو اسے کسی طور پر بھی عقلمند نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح انسان کی عزت اس کے مال سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ عزت اور مقام سالوں کی کردار سازی کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی عزت پر بے جا حرف آئے اور وہ اپنا دفاع بھی نہ کرے تو اس سے زیادہ بیوقوف کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۳۹.

اَلسَّفِيهُ الْاَحْمَقُ فِي مَالِهِ، اَلْمُتَهَاوِنُ فِي عِرْضِهِ،

يُشْتَمُ فَلَا يُجِيبُ.

بیوقوف وہ ہے جو اپنے مال میں حماقت کا ثبوت دے، اپنی

عزت بچانے میں سستی کرے، جب اسے برا بھلا کہا جائے

تو جواب نہ دے۔

دنیا اور مومن

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جس طرح ایک کسان اپنی کھیتی میں

محنت اور مشقت کرتا ہے۔ یہ محنت اور مشقت بعد میں آنے والے

فائدے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

مومن بھی اس دنیا سے فائدے اٹھاتا ہے اور ناپائدار لذت کو

کبھی دنیا اور آخرت میں حاصل ہونے والے فائدے پر ترجیح نہیں

دیتا۔ لیکن کفرانِ نعمت کرنے والا کافر اپنی ظاہری لذت کو حاصل کر لیتا

ہے لیکن حقیقی فائدہ اسے نظر نہیں آتا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

حدیث ۴۰.

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَتَزَوَّدُ وَ الْكَافِرَ يَتَمَتَّعُ.

مومن دنیا سے فائدہ اٹھاتا ہے (یعنی آخرت کے لئے زادِ راہ حاصل کرتا ہے) اور کافر اس سے صرف لذت اٹھاتا ہے۔